صحن مسجد کا حکم

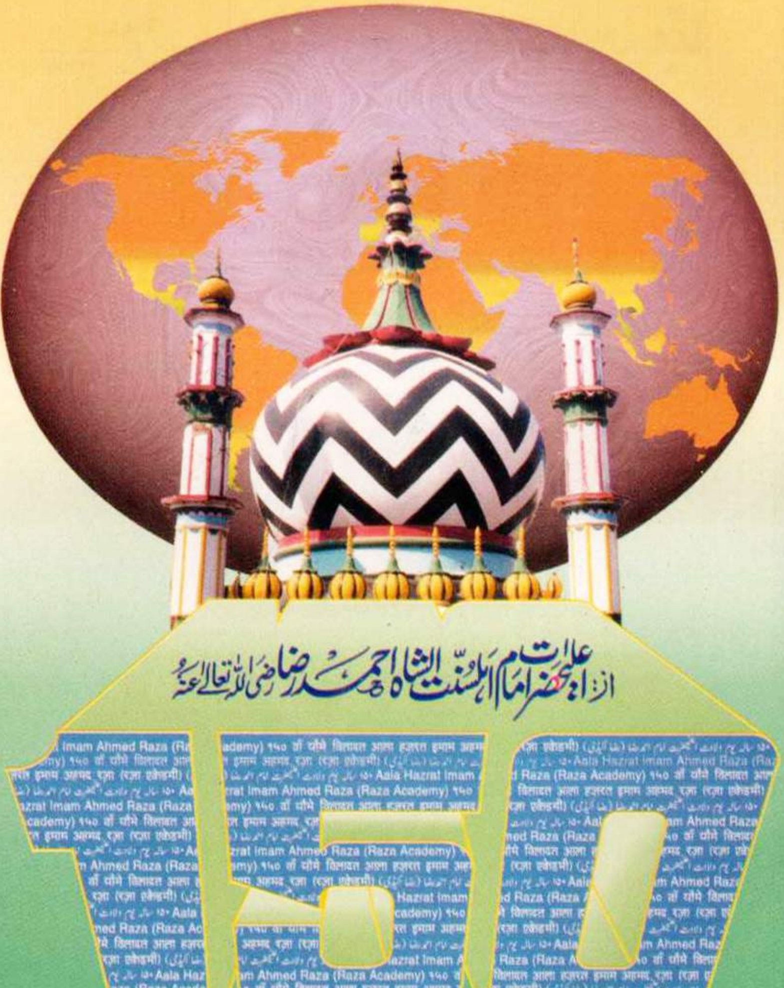

از: اعلیٰحضرت امام اہلسنت الشاہ احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ناشر: رضا اکیڈمی ممبئی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

التبصیر المنجد بان صحن المسجد مسجد

۱۳۰۷ھ

تصنیف

اعلیٰحضرت امام اہلِ سنّت مجدد دین وملّت

مولانا شاہ احمد رضا قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ترجمہ عربی عبارات

حضرت علامہ مفتی محمد خاں قادری، لاہور

تخریج وتصحیح

مولانا نذیر احمد سعیدی ، مولانا محمد رب نواز

بفیض حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ شاہ محمد مصطفےٰ رضا قادری نوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

رضا اکیڈمی ۲۶ کامبیکر اسٹریٹ بمبئی ۳

فون: ۳۷۰۲۲۹۶

سلسلۂ اشاعت ۲۷۶

نام کتاب ــــــــ التبصیر المنجد بان صحن المسجد مسجد
۱۳۰۷ھ

مصنف ــــــــ اعلیحضرت امام اہلسنت مجدد دین وملت مولانا شاہ احمد رضا قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ترجمہ عربی عبارات ــــــــ حضرت علامہ مفتی محمد خاں قادری، لاہور

تخریج وتصحیح ــــــــ مولانا نذیر احمد سعیدی ، مولانا محمد رب نواز

سن اشاعت ــــــــ سنہ ۱۴۲۲ھ سنہ ۲۰۰۱ء

ناشر ــــــــ رضا اکیڈمی ۲۶ رکامبیکر اسٹریٹ بمبئی ۳

طباعت ــــــــ رضا آفسیٹ بمبئی ۳

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

پیش لفظ

عروس البلاد ممبئی میں چند مخلصینِ اہل سنّت کی مشترکہ کوشش سے ۱۹۷۸ء سنہ میں رضا اکیڈمی کا قیام ہوا اور اس نے بفضلہٖ تعالیٰ مسلکِ اہلِ سنّت کے فروغ و استحکام میں نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔ دردمند اور باشعور سنّی عوام و خواص کے مختلف حلقوں میں اس نے اسلام و سنّیت کی بیش بہا خدمات انجام دے کر کئی شہروں میں اپنی متحرک و فعال شاخیں بھی قائم کیں اور علماء اہل سنّت بالخصوص امام اہل سنّت مجدد دین وملت اعلیٰحضرت امام احمد رضا حنفی قادری برکاتی بریلوی قدس سرہٗ کی کتب و رسائل بڑی تعداد میں شائع کر کے ملک کے گوشے گوشے تک پہنچایا۔

علماء اہل سنّت اور اعلیٰحضرت محدث بریلوی کی اب تک دو سو چھیاسٹھ ۲۶۶ کتابیں رضا اکیڈمی ممبئی شائع کر چکی ہے مزید برآں اس سال دارالعلوم منظر اسلام بریلی شریف کے صد سالہ جشن اور اعلیٰحضرت محدث بریلوی کے ۱۵۰ سالہ یوم ولادت کے موقعہ پر دسیوں رسائل رضویہ فتاویٰ رضویہ مترجم شائع کردہ رضا فاؤنڈیشن لاہور سے عکس لے کر شائع ہو رہے ہیں۔

رضا اکیڈمی ممبئی اپنے مشن کو دور دراز خطوں اور ہر طبقے تک پہنچانے کیلئے شب و روز کوشاں ہے اور اس کا پیغام بھی یہی ہے کہ

کام وہ لے لیجئے تم کو جو راضی کرے ٹھیک ہو نام رضا تم پہ کروروں درود

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے حبیب پاک صلے اللہ علیہ وسلّم کے صدقہ و طفیل میں رضا اکیڈمی سے دین و سنّیت کی زیادہ سے زیادہ خدمات لے اور اس کی ہر خدمت کو قبول فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

اسیر مفتی اعظم محمد سعید نوری

رضا اکیڈمی ممبئی۔ ۲۸ محرم الحرام ۱۴۲۲ سنہ ھ / ۲۳ اپریل ۲۰۰۱ سنہ ء

اندرون مسجد جماعت خانہ اور صحنِ مسجد خارج مسجد ہونا یہ عند الشرع معتبر ہے یا نہیں؟ اور کس قدر یں نمازیں ہر سال میں اُس صحن پر ادا کی جائیں کہ وہ صحن مسجد بن جائے؟ اُس صحن کی مسجد بن جانے میں سوائے نماز کے اور کوئی دوسری شرط بھی عند الشرع معتبر ہو تو تحریر فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسول اللہ

صحنِ مسجد قطعاً جزءِ مسجد ہے جس طرح صحنِ دار جزءِ دار، یہاں تک کہ اگر قسم کھائی زید کے گھر نہ جاؤں گا، اور صحن میں گیا بیشک حانث ہوگا کما یظھر من الھدایۃ والھندیۃ والدرالمختار وردالمحتار وعامۃ الاسفار (جیسا کہ ہدایہ، ہندیہ، دُرمختار، ردالمحتار اور عام کتب میں ہے۔ ت) اسی طرح اگر قسم کھائی مسجد سے باہر نہ جاؤں گا اور صحن میں آیا ہرگز حانث نہ ہوا۔ ولہذا معتکف کو صحن میں آنا جانا بیٹھنا رہنا یقیناً روا، یہ مسئلہ اپنی نہایت وضاحت وغایت شہرت سے قریب ہے کہ بدیہیات اولیہ سے ملتحق ہو، جس پر تمام بلاد میں عام مسلمین کے تعامل وافعال شاہد عدل، جن کے بعد اصلاً احتیاج دلیل نہیں، ہاں جو دعوٰی خلاف کرے اپنے دعوے پر دلیل لائے، اور ہرگز نہ لاسکے گا حتی یلج الجمل فی سمّ الخیاط (یہاں تک کہ اُونٹ سوئی کے سوراخ میں داخل ہوجائے۔ ت) مدعیِ خلاف نے کہ صحنِ مسجد کے مسجد نہ ہونے پر دو دلیلیں پیش کیں، ایک عام جس میں دلیل کی صورت بھی نہیں بلکہ محض دعوٰی بے دلیل ہے، دوسری خاص مساجد سورت سے متعلق دونوں محض باطل وزاہق۔ فقیر غفر اللہ تعالٰی اس مسئلہ واضحہ کی ایضاح کو بحکم ضرورت صرف دس وجہیں ذکر کرتا ہے جن سے حکم انجلائے تام پائے اور دونوں دلیلِ خلاف کا ازالہ اوہام ہوجائے، اسی کے ضمن میں ان شاء اللہ تعالٰی تمام مراتب سوال کا جواب منکشف ہوجائے گا۔

فاقول وباللہ التوفیق وافاضۃ التحقیق (میں کہتا ہوں اللہ تعالٰی ہی توفیق اور تحقیق عطا کرنے والا ہے):

اوّلاً مسجد اس بُقعہ کا نام ہے جو بغرضِ نماز پنجگانہ وقف خالص کیا گیا و تمام تعریفہ مع فوائد قیودہ فی الوقف من کتابنا العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ (مسجد کی کامل تعریف اور اس کے تمام قیود کے فوائد کی تفصیل ہمارے فتاوٰی "العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ" کے باب الوقف میں ملاحظہ کیجئے۔ ت) یہ تعریف بالیقین صحن کو بھی شامل اور عمارات و بنا یا سقف وغیرہ ہرگز اس کی ماہیت میں داخل نہیں یہاں تک کہ اگر عمارت اصلاً نہ ہو صرف ایک چبوترہ یا محدود میدان نماز کے لئے وقف کردیں قطعاً مسجد

ہو جائے گا اور تمام احکامِ مسجد کا استحقاق پائے گا۔ فتاوٰی قاضی خاں و فتاوٰی ذخیرہ و فتاوٰی عالمگیری وغیرہا میں ہے:

رجل لہ ساحۃ امر قوما ان یصلوا فیھا بجماعۃ ان قال صلوا فیھا ابدا او امرھم بالصلٰوۃ مطلقا ونوی الابد صارت الساحۃ مسجدا لومات لایورث عنہ[1] اھ ملخصاً

ایک آدمی کی کھلی جگہ ہے لوگوں سے کہتا ہے کہ یہاں نماز ادا کرو، اب اگر اس نے یہ کہا کہ یہاں ہمیشہ تم نماز پڑھو، یا اتنا کہا نماز پڑھو مگر نیت ہمیشہ کی، تو وہ جگہ مسجد کہلائے گی ——— اگر وہ فوت ہو جاتا ہے تو وہ زمین وراثت میں شامل نہ ہو گی اھ ملخصاً (ت)

پھر مسقف وغیر مسقف میں فرق کرنا اسے مسجد اسے فناءِ مسجد ٹھہرانا محض بے معنی۔

ثانیاً ہر عاقل جانتا ہے کہ مسجد و معبد ہو یا مسکن و منزل ہر مکان کو بلحاظ اختلافِ موسم دو حصّوں پر تقسیم کرنا عادات مطردۂ بنی نوعِ انسان سے ہے جس پر معظم معمورۃ الارض میں تمام اعصار و امصار کے لوگ اتفاق کئے ہُوئے ہیں ایک پارہ مسقف کرتے ہیں کہ برف و بارش و آفتاب سے بچائے، دوسرا کھلا رکھتے ہیں کہ دھوپ میں بیٹھنے، ہوا لینے، گرمی سے بچنے کے کام آئے، زبانِ عرب میں اوّل کو شتوی کہتے ہیں اور دوم کو صیفی۔ کما افادہ العلامۃ بدر الدین محمود العینی فی کتاب الایمان من البنایۃ شرح الھدایۃ (جیسا کہ علامہ بدر الدین محمود عینی نے بنایہ شرح الہدایہ کے کتاب الایمان میں تصریح کی ہے۔ ت) یہ دونوں ٹکڑے قطعاً اس معبد یا منزل کے یکساں دو جزء ہوتے ہیں جن کے باعث وہ مکان ہر موسم میں کام کا ہوتا ہے اور بالیقین مساجد میں صحن رکھنے سے بھی واقفین کی یہی غرض ہوتی ہے ورنہ اگر صرف شتوی یعنی مسقف کو مسجد اور صیفی یعنی صحن کو خارج از مسجد ٹھہرایئے تو کیا واقفین نے مسجد صرف موسم سرما و عصرین گرما کے لئے بنائی تھی کہ ان اوقات میں تو نماز مسجد میں ہو باقی زمانوں میں نماز و اعتکاف کے لئے مسجد نہ ملے یا ان کا مقصود یہ جبر کرنا تھا کہ کیسی ہی حبس و حرارت کی شدت ہو مگر ہمیشہ مسلمان اسی بند مکان میں نماز پڑھیں، معتکف رہیں، ہوا و راحت کا نام نہ لیں، یا انھیں دُنیا کا حال معلوم نہ تھا کہ سال میں بہت اوقات ایسے آتے ہیں جن میں آدمی کو درجۂ اندرونی میں مشغولِ نماز و تراویح و اعتکاف ہونا درکنار دم بھر کو جانا ناگوار ہوتا ہے، اور جب کچھ نہیں تو بالجزم ثابت کہ جس طرح انھوں نے اپنے چین کے لئے مکانِ سکونت میں صحن و دالان دونوں درجے رکھے ہیں یونہی عام مسلمان کی عام اوقات میں آسائش و آرام کے لئے مسجد کو بھی انھی دو حصّوں پر تقسیم کیا۔

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الباب الحادی عشر فی المسجد وما یتعلق بہ مطبوعہ مطبع نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۴۵۵

ثالثاً اب نمازیوں سے پُوچھئے آپ اذان سُن کر گھر سے کس ارادہ پر چلتے ہیں، یہی کہ مسجد میں نماز پڑھیں گے یا کچھ اور، قطعاً یہی جواب دیں گے کہ مسجد میں نماز پڑھنے آتے ہیں، اب دیکھئے کہ وہ موسم گرما میں فجر و مغرب و عشا کی نمازیں کہاں پڑھتے ہیں اور اُن کے حفّاظ قرآن مجید کہاں سُناتے ہیں اور اُن کے معتکف کہاں بیٹھتے اور ذکر و عبادت میں مشغول رہتے ہیں، خود ہی کُھل جائے گا کہ مسلمانوں نے صحن کو بھی مسجد سمجھا ہے یا نہیں، تو مسجدیت صحن سے انکار اجماع کے خلاف۔

رابعاً بلکہ غور کیجئے تو جو صاحب انکار رکھتے ہیں خود اُنھی کے افعال اُن کی خطا پر دال، اگر وہ مسجد میں نماز پڑھنے آتے ہوں تو لاجرم موسم گرما میں عام مسلمانوں کی طرح صحن ہی پر پڑھتے ہوں گے پھر ان سے پُوچھئے آپ گھر چھوڑ کر غیر مسجد میں نماز پڑھنے کیوں آئے، اور جب یہ مسجد نہیں تو یہاں نماز پڑھنے میں کیا فضیلت سمجھی، فضیلت درکنار داعی اللہ کی اجابت کب کی، اور حدیث لا صلٰوۃ لجار المسجد الا فی المسجد[1] (مسجد کے پڑوسی کی نماز، مسجد کے علاوہ نہیں ہوسکتی۔ ت) کی تعمیل کہاں ہُوئی اور سنّتِ عظیمہ جلیلہ کس واسطے چھوڑی، کیا کوئی ذی عقل مسلمان گوارا کرے گا کہ مکان چھوڑ کر آوازِ اذان سُن کر نماز کو جائے اور مسجد ہوتے ساتے مسجد میں نہ پڑھے بلکہ اس کے حریم و حوالی میں نماز پڑھ کر چلا آئے، کیا اہلِ عقل ایسے شخص کو مجنون نہ کہیں گے، تو انکار والوں کا قول و فعل قطعاً متناقض، اگر یہ عذر کریں کہ جہاں امام نے پڑھی مجبوری ہمیں پڑھنی ہُوئی ہے تو محض بیجا و نامعقول و ناقابل قبول، آپ صاحبوں پر حقِ مسجد کی رعایت اتباعِ جماعت سے اہم و اقدم تھی، جب آپ نے دیکھا کہ سب اہلِ جماعت مسجد چھوڑ کر غیر مسجد میں نماز پڑھتے ہیں آپ کو چاہئے تھا خود مسجد میں جاکر پڑھتے، اگر کوئی مسلمان آپ کا ساتھ دیتا جماعت کرتے ورنہ تنہا ہی پڑھتے کہ حقِ مسجد سے ادا ہوتے، یہاں تک کہ علما اس تنہا پڑھنے کو دوسری مسجد میں باجماعت پڑھنے سے افضل بتاتے ہیں نہ کہ غیر مسجد میں۔ فتاوٰی امام قاضی خاں پھر خزانۃ المفتین پھر ردالمحتار وغیرہا میں ہے:

یذهب الی مسجد منزله ویؤذن فیه ویصلی وان کان واحداً لان لمسجد منزله حقا علیه فیؤدی حقه مؤذن مسجد لایحضر مسجده احد قالوا یؤذن ویقیم ویصلی وحده فذلك احب من ان یصلی فی مسجد اٰخر[2]

آدمی اپنے محلہ کی مسجد میں جائے اس میں اذان دے اور نماز پڑھے اگرچہ تنہا ہو کیونکہ اس پر محلہ کی مسجد کا حق ہے جس کی ادائیگی ضروری ہے، ایسی مسجد کے مؤذن کے بارے میں جس میں کوئی نہیں آتا فقہاء نے کہا ہے کہ وہ وہاں تنہا ہی اذان دے اور نماز پڑھے یہ دوسری مسجد میں نماز پڑھنے سے افضل ہے

---

[1] مستدرک حاکم کتاب الصلٰوۃ لاصلٰوۃ لجار المسجد الخ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱/ ۲۴۶
[2] فتاوٰی قاضیخاں فصل فی المسجد " نولکشور لکھنؤ ۱/ ۳۲

تنبیہ : انھیں وجوہ سے ظاہر ہوگیا کہ اہلِ سورت کا خاص درجۂ شتوی کو جماعت خانہ کہنا ایک اصطلاحِ خاص ہے اور صیفی یعنی صحن کو خارج اسی معنی پر کہتے ہیں کہ اس جماعت خانہ مصطلحہ سے باہر ہے نہ بایں معنی کہ جزءِ مسجد نہیں، اور اگر مسجد ہی کہتے ہوں تو یہ کہنا ایسا ہے جیسے علمائے کرام ظاہر بدن کو خارج البدن فرماتے ہیں جس کے یہ معنی کہ بدن بیرونی حصّہ نہ یہ کہ بدن سے باہر، یونہی خارج مسجد یعنی مسجد کا بیرونی ٹکڑا، نہ یہ کہ مسجد سے خارج۔ اور بالفرض اگر انھوں نے اپنی اصطلاح میں مسجد صرف شتوی یعنی مسقّف ہی کا نام رکھا ہو تو اسے مسجد نہ کہنے کا حاصل اسی قدر ہوگا کہ درجۂ شتویہ نہیں نہ یہ کہ شرعاً مسجد نہیں، اُن کے افعال دائمی یعنی موسمِ گرما میں ہمیشہ جماعتِ مغرب و عشا و فجر صحن ہی پر پڑھنا اور اذان سننے پر مکانوں سے بارادۂ صلوۃ فی المسجد آ کر یہاں جماعت کرنا جس کی تصریح سوال میں موجود۔ اور رمضان گرما میں یہیں تراویح پڑھنا، معتکف رہنا کہ عادۃً بالقطع معلوم و مشہود، اس مراد مقصود پر شاہد مبین و مفید تعیین و مورث یقین۔ کما لایخفی علی صبی عاقل فضلا عن فاضل (جیسا کہ کسی عاقل بچے سے مخفی نہیں چہ جائیکہ کسی فاضل پر مخفی رہے۔ ت)

خامساً طرفہ یہ کہ انکار کرنے والے حلتِ دخولِ جنب میں بحث و نزاع کرتے ہیں اُن کے قول پر بہ معاذ اللہ مرلوۃ بدعتِ شنیعہ مسلمانوں سے علی الدوام والالتزام واقع ہوتی ہے یعنی گرمی میں مسجد چھوڑ کر غیر مسجد میں جماعت پڑھنا اور حقِ مسجد تلف کرنا اس پر کیوں نہیں انکار کرتے بلکہ اس میں تو خود بھی شریک ہوتے ہیں کہ خلاف میں اپنی بھی تکلیف ہے، اب اگر وہ اپنے قولِ باطل پر اصرار کر کے اسی فکر میں پڑیں کہ نمازِ صحن مطلقاً بند کر دی جائے اور ہمیشہ ہر موسم ہر وقت کی جماعت اندر ہی ہوا کرے، اور بالفرض اُن کی یہ بات خلق کو نمازِ صحن سے مانع آئے تو دیکھئے موسم گرما میں کتنی مسجدیں نماز و جماعت و تراویح و اعتکاف سے معطل محض ہوئی جاتی ہیں کہ لوگ جب صحن سے روکے جائیں گے اور اندر ان افعال کی بجا آوری سے بالطبع گھبرائیں گے، لاجرم مسجد کے آنے سے باز رہیں گے اور اگر ایک دو نے یہ ناحق و بے سبب کی سخت مصیبت گوارا بھی کر لی تو عام خلائق کا تنفر قطعی یقینی، تو اس نزاع بیجا کا انجام معاذ اللہ مساجد کا ویران کرنا اور اُن میں ذکر و نماز سے بندگانِ خدا کو روکنا ہے۔

قال اللہ عزوجل ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ وسعٰی فی خرابھا[1] — اللہ عزوجل نے فرمایا: اس سے بڑھ کر ظالم کون جو خدا کی مسجدوں کو اُن میں نامِ خدا یاد کئے جانے سے روکے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے۔

اب صحن کو مسجد نہ ماننے والے غور کریں کہ کس کا قول افساد فی الدین تھا ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

---

[1] القرآن ۲/۱۱۴

سادساً اس مسئلہ جلیلہ کو کلماتِ ائمۂ کرام ہی سے استخراج کرنا چاہیے تو بوجوہ کثیرہ میسر علماء تصریح فرماتے ہیں کہ مسجد مبارکِ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم زمانۂ اقدس میں جنوباً شمالاً یعنی دیوارِ قبلہ سے پائینِ مسجد تک سو گز طول رکھتی تھی اور اسی قدر شرقاً غرباً عرض تھا اور پائین میں یعنی جانبِ شام ایک مسقف دالان جنوب رویہ تھا جسے صُفّہ کہتے اور اہلِ صفہ رضی اللہ تعالٰی عنہم اُس میں سکونت رکھتے یہ بھی جزءِ مسجد تھا، علامہ رحمۃ اللہ سندی تلمیذ امام محقق علی الاطلاق ابن الہمام منسک متوسط اور مولانا علی قاری مکی اس کی شرح مسلک متقسط میں فرماتے ہیں :

(حدہ) ای حدود المسجد الاول (من المشرق من وراء المنبر نحو ذراع ومن المغرب الاسطوانة الخامسة من المنبر ومن الشام حیث ینتھی مائة ذراع من محرابه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم) وھو معلوم لاھل المدینة بالعلامة الموضوعة[1] اھ ملخصاً۔

(اس کی حد) یعنی مسجد اول کی حدود (منبر کی دوسری طرف مشرق کی طرف ایک گز کے برابر ہے اور جانبِ مغرب پانچویں ستون تک اور جانبِ شام حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے محراب سے سو گز ہے) اور نشانات مخصوص کی وجہ سے اہلِ مدینہ کو معلوم ہے اھ تلخیصاً۔ (ت)

علامہ طاہر فتنی مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں :

اھل الصفة فقراء المھاجرین ومن لم یکن له منھم منزل یسکنه فکانوا یاوون الی موضع مظلل فی مسجد المدینة[2]۔

اہلِ صفہ مہاجر فقراء میں سے تھے اور جن کے لئے گھر نہ ہوتا وہ وہیں ٹھہرتا، پس صفہ مسجدِ نبوی میں ایک چھتدار جگہ میں رہتے تھے۔ (ت)

صحیح بخاری شریف میں ہے :

باب نوم الرجال فی المسجد، وقال ابو قلابة عن انس رضی اللہ تعالٰی عنه قدم رھط من عکل علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم فکانوا فی الصفة، وقال عبد الرحمٰن

باب لوگوں کا مسجد میں سونے کے بارے میں، ابو قلابہ حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ قبیلہ عکل کا ایک وفد رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں آیا اور وہ صفہ میں ٹھہرے

---

[1] مسلک متقسط مع ارشاد الساری فصل ولیغتنم ایام مقامہ بالمدینۃ المشرفۃ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ص ۳۴۳

[2] مجمع بحار الانوار لفظ صفف کے تحت مذکور ہے مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۲/۲۵۳

بن ابی بکر رضی اللہ تعالٰی عنہما کان اصحاب الصفۃ الفقراء[1]

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا کہ اصحابِ صفہ فقراء تھے۔ (ت)

علامہ احمد قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں:

الصُّفَّۃ بضم الصاد وتشدید الفاء موضع مظلل فی اخریات المسجد النبوی تاوی الیہ المساکین[2]

الصُّفّہ، صاد پر پیش، فاء پر تشدید، مسجد نبوی کے آخری حصہ میں وہ چھتی ہوئی جگہ جہاں مساکین پنا لیتے تھے۔ (ت)

اب مشاہدہ کرنے والا جانتا ہے کہ محرابِ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہ محرابِ امیر المؤمنین عثمانِ غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی جانب شمال ہے، پائینِ مسجد کو پیمائش کرتے آئیے تو سَو گز کی مساحت ایک حصۂ صحن میں آئے گی اور قطعاً معلوم کہ زمانۂ اقدس میں جس قدر بنائے مسجد تھی اُس میں کمی نہ ہُوئی بلکہ افزونیاں ہی ہوتی آئیں تو واجب کہ اس وقت بھی یہ سَو گز مع صحن تھی، اور جبکہ صفہ تک جزءِ مسجد تھا کما ظھر مما نقلنا من العبارات (جیسے کہ ہماری نقل کردہ عبارات سے ظاہر ہے۔ ت) تو کیونکر معقول کہ بیچ میں صحن خارج مسجد گنا جائے۔

سابعًا علماء ارشاد فرماتے ہیں کہ مسجد میں پیڑ بونا ممنوع ہے کہ اُس سے نماز کی جگہ رُکے گی مگر جبکہ اس میں منفعتِ مسجد ہو اس طرح کہ زمینِ مسجد اس قدر گل ہو کہ ستون بوجہ شدّتِ رطوبت نہ ٹھہرتے ہوں تو جذبِ تری کیلئے پیڑ بوئے جائیں کہ جڑیں پھیل کر زمین کی نم کھینچ لیں۔ ظہیریہ و خانیہ و خلاصہ و ہندیہ و بحرالرائق وغیرہا میں ہے:

یکرہ غرس الشجر فی المسجد لانہ یشبہ بالبیعۃ ویشغل مکان الصلٰوۃ الا ان تکون فیہ منفعۃ للمسجد بان کان الارض نزۃ لاتستقر اساطینہا فیغرس فیہ الشجر لیقل النز[3]۔

مسجد میں درخت لگانا مکروہ ہے کیونکہ یہ بیع (بیچنے) کے مترادف اور نماز کی جگہ مشغول کرنا ہے۔ البتہ اس صورت میں جائز ہوگا جب اس میں کوئی نفع ہو، مثلاً زمین سیلابی ہے اس پر ستون کھڑے نہیں ہوتے تو اس میں درخت لگائے جائیں تاکہ سیلابیت کم ہو جائے۔ (ت)

ظہیریہ کے لفظ یہ ہیں:

فتغرس لتجذب عروق الاشجار ذلک

پس درخت لگائیں تاکہ ان کی جڑیں اس تری کو جذب

---

[1] صحیح البخاری باب نوم الرجال فی المسجد مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۶۳

[2] ارشاد الساری شرح صحیح البخاری " دارالکتاب العربی بیروت ۱/ ۴۳۷

[3] فتاوٰی قاضی خاں فصل فی المسجد " نولکشور لکھنؤ ۱/ ۳۱

السنزفے یجوز والا فلا وانما جوز مشائخنا فی المسجد الجامع ببخاری لما فیه من الحاجة اھ[1]

کرلیں، تواب درخت لگانا جائز ہوگا ورنہ نہیں، ہمارے مشائخ نے بخارا کی جامع مسجد میں درخت لگانے کو جو جائز قرار دیا ہے اس میں یہی ضرورت و حاجت پیشِ نظر ہے اھ (ت)

ظاہر ہے کہ ستون مسجد مسقف ہی میں ہوتے ہیں اور پیڑ درجہ اندرونی میں نہیں بوئے جاتے بلکہ سائے میں پرورش نہیں ہوتے معہذا جب تری کی وہ بیشتری کہ ستون نہیں ٹھہرتے تو ایسی رطوبت پھلواری وغیرہ کے چھوٹے چھوٹے پودوں سے دفع نہیں ہوسکتی، نہ ان کی جڑیں اتنی پھیلیں کہ اطراف سے جذب کرلیں اور بڑے پیڑ اندر بوئے جانا معقول نہیں تو واجب کہ اس سے مراد صحنِ مسجد میں بونا ہے اور اسے انھوں نے مسجد میں بونا قرار دیا ـــــــــ جب تو غرس فی المسجد کی صورت جواز میں رکھا[1] اور مثالِ ظہیریہ نے تو اس معنی کو خوب واضح کردیا، قطعاً معلوم کہ جامع بخارا نا مسقف نہیں نہ زنہار اُس کے درخت زیرِ سقف ہیں بلکہ یقیناً صحن میں بوئے گئے، اور اسی کو علمائے کرام نے غرس فی المسجد جانا۔

ثامناً علماء فرماتے ہیں دروازۂ مسجد پر جو دُکانیں ہیں فنائے مسجد ہیں کہ مسجد سے متصل ہیں، فتاوٰی امام قاضی خاں پھر فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے:

یصح الاقتداء لمن قام علی الدکاکین التی تکون علی باب المسجد متصلة بالمسجد[2]

اس شخص کی اقتداء درست ہے جو اس دکان پر کھڑا ہے جو مسجد کے دروازے پر ہے کیونکہ یہ فنائے مسجد میں ہونے کی وجہ سے مسجد سے متصل ہے۔ (ت)

ظاہر ہے کہ جو دُکانیں دروازہ پر ہیں صحنِ مسجد سے متصل ہیں نہ درجۂ مسقفہ سے، تو لاجرم صحنِ مسجد مسجد ہے اور یہیں سے ظاہر کہ صحن کو فنا کہنا محض غلط ہے اگر وہ فنائے مسجد ہوتا تو دکانیں کہ اس سے متصل ہیں متصل بہ فنا ہوتیں، نہ متصل بہ مسجد، پھر ان دکانوں کے فنا ٹھہرنے میں کلام ہوتا کہ فنا وہ ہے جو متصل بہ مسجد ہو نہ وہ کہ متصل بہ فنا ہو، ورنہ اس تعریف پر لزوم دَور کے علاوہ متصل بالفنا بھی فنا ٹھہرے تو سارا شہر یا لااقل تمام محلہ فنائے مسجد قرار پائے کما لا یخفی (جیسا کہ مخفی نہیں ۔ ت) اور یہ ادعا کہ صحن و فنا کا مفہوم واحد

---

[1] بحرالرائق بحوالہ الظہیریہ فصل لما فرغ من بیان الکراہۃ الخ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۳۵
[2] فتاوٰی قاضی خاں فصل فی المسجد مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۳۲

جہل شدید ہے کہ کسی عاقل سے معقول نہیں، شاید یہ قائل اُن دکانوں کو بھی صحنِ مسجد کہے گا۔

تاسعًا انصاف کیجئے تو یہ خاص جزئیہ بھی یعنی صحنِ مسجد میں جنب کا جانا ناجائز ہونا کلماتِ علماء سے مستفاد ہو سکتا ہے۔ ائمہ فرماتے ہیں جنب کو مسجد میں جانا جائز نہیں مگر جبکہ پانی کا چشمہ مسجد میں ہو اور اس کے سوا کہیں پانی نہ ملے تو تیمم کرکے لے آئے۔ مبسوط و عنایہ و ردالمحتار و فتاوٰی حجہ و فتاوٰی ہندیہ وغیرہا اسفار میں ہے:

واللفظ للثلثۃ الاول مسافر مر بمسجد فیہ عین ماء وھو جنب ولا یجد غیرہ، فانہ یتیم لدخول المسجد لان الجنابۃ تمنعہ من دخول المسجد علی کل حال عندنا[1]

پہلی تین کتب کے الفاظ یہ ہیں، ایک جنبی مسافر ایسی مسجد سے گزرا جس کے اندر پانی کا چشمہ ہے اور اس کے علاوہ وہ پانی نہیں پاتا تو وہ دخولِ مسجد کے لئے تیمم کرے کیونکہ ہمارے نزدیک ہر حال میں جنابت اسے دخولِ مسجد سے مانع ہے (ت)

ظاہر ہے کہ عامہ بلاد میں عامہ مساجد جماعات مسقف ہوتی ہیں اور چشمۂ آب عادۃً صحن ہی میں ہوتا ہے اور کلماتِ فقہاء امور عادیہ غالبہ ہی پر مبتنی ہوتے ہیں، بہت نادر ہے کہ حصہ اندرونی میں چشمۂ آب ہو، تو انھوں نے صحن ہی میں جنب کو جانے پر یہ احکام فرمائے فافھم وتبصر (پس سمجھو اور غور کرو۔ ت) ان کے سوا اور بہت وجوہ کثیرہ سے استنباط ممکن مگر بعد اُن دلائلِ قاہرہ کے جو ابتدائً زیر گوشِ سامعین ہُوئے حاجتِ تطویل نہیں۔

عاشرًا یا ھذا اُن براہینِ ساطعہ کے بعد صحنِ مسجد کا جزءِ مسجد ہونا اجلی بدیہیات تھا جس پر اصلاً تصریح کتب کی احتیاج نہ تھی بلکہ جو اسے مسجد نہیں مانتا وہی محتاجِ تصریحِ صریح وقطعی تھا اور ہرگز نہ دکھا سکتا نہ کبھی دکھائے تاہم فقیر نے بطور تبرع یہ چار استنباط بھی کلماتِ ائمہ سے ذکر کئے کہ یہ بدیہی مسئلہ اپنے غایت وضوح واشتہار کے باعث اُس قبیل سے تھا جس پر خادمِ فقہ کو کتبِ ائمہ میں تصریحِ جزئیہ ملنے کی امید نہ ہوتی کہ ایسی روشن ومشہور باتوں پر فقہائے کرام کم توجہ فرماتے ہیں۔ مثلاً اگر کوئی اس امر کی تصریح کتابوں سے نکالنا چاہے کہ مسجد کے درجہ شتوی میں جسے اہلِ سورت جماعت خانہ کہتے ہیں تین در ہیں اُن میں بائیں طرف کا در بھی جزءِ مسجد ہے اور اُس میں بھی جنب کو جانا ممنوع یا نہیں تو غالباً ہرگز اس کا جزئیہ نہ پائے گا مگر بحمد اللہ تعالٰی جب فقیر یہاں تک لکھ چکا مسئلہ کا خاص جزئیہ کلماتِ علماء میں یاد آیا جس میں ائمۂ دین نے صاف تصریحیں فرمائی ہیں کہ مسجد کے صیفی وشتوی یعنی صحن ومسقف دونوں درجے یقیناً مسجد ہیں۔ اب سُنئے امام طاہر بن احمد بن عبدالرشید بخاری فتاوٰی خلاصہ پھر امام فخر الدین ابو محمد عثمان بن علی زیلعی تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق پھر امام حسین بن محمد سمعانی خزانۃ المفتین پھر امام محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد بن الہمام فتح القدیر پھر علامہ عبدالرحمٰن بن محمد رومی مجمع الانہر شرح

---

[1] المبسوط للسرخسی | باب التیمم | مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت | ۱/۱۱۸

ملتقی الابحر پھر علامہ سیّدی احمد مصری حاشیہ مراقی الفلاح شرح نورالایضاح پھر خاتم المحققین سیدی محمد بن عابدین شامی ردالمحتار میں فرماتے ہیں:

واللفظ للخلاصة والخزانة رجل انتھی الی الامام والناس فی صلوٰۃ الفجران رجاان یدرك رکعة فی الجماعة یاتی برکعتی الفجر عند باب المسجد وان لم یمکن یاتی بھما فی المسجد الشتوی ان کان الامام فی الصیفی وان کان الامام فی الشتوی ھو یاتی فی الصیفی وان کان المسجد واحدا یقف فی ناحیة المسجد ولا یصلیھما مخالطا للصف مخالفا للجماعة فان فعل ذلك یکرہ اشد الکراھة اھ[1]۔

خلاصہ اور خزانہ کی عبارت یہ ہے، ایک آدمی مسجد میں پہنچا، امام اور لوگ نمازِ فجر ادا کررہے تھے اب اگر آنے والا شخص امید رکھتا ہے کہ اسے ایک رکعت جماعت کے ساتھ مل جائے گی تو وہ مسجد کے دروازہ کے پاس دو سنتیں ادا کرے، اور اگر وہاں ممکن نہ ہو مسجد شتوی (یعنی سردیوں والے حصّہ) میں دو رکعات ادا کرے، جب امام صیفی مسجد (یعنی گرمیوں والے حصہ) میں ہو اور اگر اس کا عکس ہو یعنی امام شتوی مسجد میں ہو تو یہ صیفی میں پڑھے۔ اگر مسجد واحد ہی ہو تو مسجد کے ایک گوشے میں ادا کرے اور ان دو رکعتوں کی ادائیگی کے لئے صف کے متصل کھڑا نہ ہو کیونکہ یہ جماعت کی مخالفت ہے۔ اگر ایسا کیا تو یہ شدید مکروہ ہوگا اھ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قولہ عند باب المسجد ای خارج المسجد کما صرح به القھستانی[2] الخ۔

ماتن کا قول "مسجد کے دروازے کے پاس" یعنی مسجد سے باہر، جیسے کہ قہستانی نے اس پر تصریح کی ہے الخ (ت)

اقول ویوضحه قول الھدایة والھندیة یصلی رکعتی الفجر عند باب المسجد ثم ید خل[3]۔

اقول (میں کہتا ہوں) ہدایہ اور ہندیہ کے الفاظ نے واضح کردیا ہے کہ وہ فجر کی سنتیں مسجد کے دروازے پر پڑھ کر پھر مسجد میں داخل ہو۔ (ت)

امام ابوالبرکات حافظ الدین نسفی کافی شرح وافی میں فرماتے ہیں:

الافضل فی السنن المنزل ثم باب المسجد

سنتوں کے لئے افضل مقام گھر ہے اور اگر امام مسجد

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الصلوٰۃ الجنس فی السنن مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/ ۶۲و۶۱

[2] ردالمحتار باب ادراک الفریضہ " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۵۶

[3] الھدایہ " " " المکتبۃ العربیہ کراچی ۱/ ۱۳۲

ان کان الامام یصلی فی المسجد ثم المسجد الخارج ان کان الامام یصلی فی الداخل او الداخل ان کان فی الخارج[1] اھ ملخصاً

میں جماعت کروارہا ہو تو مسجد کا دروازہ بہتر مقام ہے، اگر امام داخل مسجد میں جماعت کروارہا ہو تو پھر خارج مسجد، اسی طرح امام خارج مسجد ہو تو سنتوں کے لئے داخل مسجد بہتر ہے اھ تلخیصاً (ت)

محقق علامہ زین بن نجیم مصری بحرالرائق پھر علامہ سیدی احمد طحطاوی حاشیہ درمختار[2] میں فرماتے ہیں:

السنۃ فی السنن ان یاتی بھا فی بیتہ اوعند باب المسجد وان لم یمکنہ ففی المسجد الخارج[2] الخ

سنتوں کے لئے سنت یہ ہے کہ انھیں گھر میں ادا کرے یا مسجد کے دروازے کے پاس، اور اگر وہاں ممکن نہ ہو تو پھر صحنِ مسجد میں ادا کرے الخ (ت)

غنیہ و شرح صغیر منیہ[3] للعلامہ ابراہیم الحلبی میں ہے:

(السنۃ) المؤکدۃ (فی سنۃ الفجر) ھو ان لا یاتی بھا مخالطا للصف و لا خلف الصف من غیر حائل و (ان یاتی بھا) اما (فی بیتہ) وھو الافضل (اوعند باب المسجد) ان امکن بان کان ھناك موضع لائق للصلاۃ (وان لم یمکنہ) ذلك (ففی المسجد الخارج) ان کانوا یصلون فی الداخل و بالعکس ان کان ھناك مسجدان صیفی وشتوی[3] اھ

(سنّت) مؤکدہ (فجر کی سنتوں میں) یہ ہے کہ انھیں صف کے متصل اور بغیر رکاوٹ کے صف کے پیچھے بھی ادا نہ کرے (انھیں بجالائے) یا (گھر میں) اور یہی افضل طریقہ ہے، یا (مسجد کے دروازے کے پاس) اگر ممکن ہو یعنی اگر وہاں نماز ادا کی جاسکتی ہو تو، (اور اگر ممکن نہ ہو) یہ بات (تو پھر صحنِ مسجد میں) اگر لوگ داخل مسجد نماز ادا کر رہے ہوں اور عکس کی صورت میں عکس ہوگا اگر وہاں دو مساجد صیفی اور شتوی ہیں اھ (ت)

امام محقق علامہ محمد محمد ابن امیر الحاج حلبی حلیہ میں اسی قول منیہ کے نیچے فرماتے ہیں: المسجد الخارج صحن المسجد[4] اھ (مسجد خارج سے مراد صحنِ مسجد ہے اھ۔ت)

---

[1] کافی شرح وافی

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار باب ادراک الفریضہ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۳۰۰

[3] صغیری شرح منیۃ المصلی فصل فی النوافل " مجتبائی دہلی بھارت ۱/ ۲۰۴

[4] التعلیق الجلی لما فی منیۃ المصلی بحوالہ حلیہ ابن امیر الحاج مع منیۃ المصلی فصل فی السنن مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور ص ۲۹۴

دیکھو اول کی سات کتابوں میں صیفی و شتوی دونوں کو مسجد فرمایا اور آٹھ سے گیارہ تک چار کتابوں میں اُنھیں مسجد داخل و مسجد خارج سے تعبیر کیا۔ صغیری نے ان عباراتِ شتی کا مصداق واحد ہونا ظاہر کردیا اور حلیہ میں تصریح فرمادی کہ مسجد بیرونی صحنِ مسجد کا نام ہے، تو صاف واضح ہوگیا کہ صحنِ مسجد قطعاً مسجد ہے جسے علما کبھی مسجد صیفی اور کبھی مسجد الخارج سے تعبیر فرماتے ہیں والحمد للہ علٰی وضوح الحق (حق کے واضح ہوجانے پر اللہ کی حمد ہے۔ ت)۔ ان نصوصِ صریحہ کے بعد اُن استنباطوں کی حاجت نہ تھی مگر کیا کیجئے کہ فقیر انھیں پہلے ذکر کرچکا تھا معہذا اُن کے ابقا میں طالبانِ علم وخادمانِ فقہ کی منفعت کہ اقوال علماء سے استنباطِ مسائل کا طریقہ دیکھیں و باللہ التوفیق اب کہ بحمداللہ کالشمس علٰی نصف النہار واضح و آشکار ہوگیا کہ صحنِ مسجد بالیقین جزءِ مسجد ہے تو اُس کے لئے، تمام احکامِ مسجد آپ ہی ثابت، جن کا ثبوت صحن پر نمازیں پڑھے جانے خواہ کسی شرط پر اصلاً موقوف نہیں کہ مسجد مذہب راجح پر واقف کے صرف اس کہنے سے کہ میں نے اس زمین کو مسجد کیا اور دوسرے مذہب پر ایک قول مصحح ظاہر الروایہ میں دو آدمیوں کی جماعت باذان واقامت بلکہ واقف کے سوا ایک ہی شخص کی اذان و اقامت و نماز بر ہیئتِ جماعت اور ایک قول ظاہر الروایہ میں سوائے واقف ایک ہی آدمی کے منفرداً نماز پڑھ لینے سے بجمیع اجزائہ مسجد ہوجاتی ہے تو ہر ہر جزء میں جُداگانہ نماز ہونے کی بالاجماع حاجت نہیں، مذہب اول پر تو خود ظاہر کہ مطلقاً نماز کی شرط ہی نہیں صرف قول کفایت کرتا ہے اور ثانی پر بھی واضح کہ منفرد کی نماز یا دو شخصوں کی جماعت ہر پارہ مسجد کو شامل نہیں ہوسکتی کما لایخفی فوضح المقصود والحمد للہ العلی الودود (جیسا کہ واضح ہے تمام حمد اللہ تعالٰی کے لئے جو بلند اور محبت کرنے والا ہے۔ ت)

تنویر الابصار و درمختار و ردالمحتار میں ہے:

یزول ملکہ عن المسجد بقولہ جعلتہ مسجدا عند الثانی (وفی الدر المنتقی وقدم فی التنویر والدرر والوقایۃ وغیرھا قول ابی یوسف وعلمت ارجحیتہ فی الوقف والقضاء اھ ش) وشرط محمد والامام الصلٰوۃ فیہ بجماعۃ (واشتراط الجماعۃ لانھا المقصودۃ من المسجد، ولذا شرط ان تکون جھرا

اس کی ملکیت مسجد سے ان الفاظ سے زائل ہوجاتی ہے کہ میں نے اسے مسجد بنادیا ہے یہ ثانی امام (ابو یوسف) کے نزدیک ہے (الدرالمنتقی میں ہے کہ تنویر، درر اور وقایہ وغیرہ میں قولِ ابو یوسف کو مقدم ذکر کیا، اور آپ جانتے ہیں کہ ان کا قول وقف اور قضا میں راجح ہے اھ ش) امام محمد اور امام صاحب نے اس میں جماعت کے ساتھ نماز کو بھی لازم و شرط قرار دیا ہے (جماعت کا شرط قرار دینا اس لئے ہے کہ مسجد سے مقصود یہی ہے اسی لئے یہ شرط ہے

باذان واقامة والا لم يصر مسجدا قال الزيلعي، وهذه الرواية هي الصحيحة وقال في الفتح، ولو اتحد الامام والمؤذن وصلى فيه وحده صار مسجدا بالاتفاق لان الاداء على هذا الوجه كالجماعة، لكن لوصلى الواقف وحده فالصحيح انه لا يكفي اھ ش) وقيل يكفي واحد وجعله في الخانية ظاهر الرواية (وعليه المتون كالكنز والملتقى وغيرهما وقد علمت تصحيح الاول وصححه في الخانية ايضاً وعليه اقتصر في كافي الحاكم فهو ظاهر الرواية ايضا اھ ش)[1] مختصرا، والله سبحٰنه وتعالٰی اعلم وعلمه جل مجده اتم واحکم۔

کہ وہاں اذان واقامت بلند آواز سے ہوں ورنہ وہ مسجد قرار ہی نہ پائے گی۔ امام زیلعی کہتے ہیں کہ یہ روایت صحیح ہے، اور کہا کہ فتح میں ہے کہ اگر امام اور مؤذن ایک ہی آدمی تھا اور اس نے وہاں تنہا نماز ادا کی تو وہ بالاتفاق مسجد ہی قرار دی جائے گی کیونکہ اس طریقہ پر ادائیگی جماعت ہی کی طرح ہے لیکن اگر وقف کرنے والے نے فقط نماز ادا کی تو صحیح یہی ہے کہ یہ کافی نہیں اھ ش) ایک قول یہ ہے کہ ایک آدمی کا نماز ادا کرلینا بھی کافی ہے اور اسے خانیہ نے ظاہر الروایہ قرار دیا ہے (اور متون میں یہی ہے جیسے کہ کنز، ملتقی وغیرہ، اور آپ اول کی تصحیح جان ہی چکے، اور اسی کو خانیہ نے صحیح کہا، اور حاکم نے کافی میں اسی پر اقتصار کیا، پس یہی ظاہر روایت ہے ایضاً اھ ش) مختصراً۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم (ت)

---

[1] رد المحتار علی الدر المختار شرح تنویر الابصار کتاب الوقف مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۴/۳۵۵